قضا کی شرعی

اور

تاریخی اہمیت

از

حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ

بانی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

پیش کش

ماسٹر نثار احمد رحمانی، نیمارنگ، جموئی

بموقعہ اجلاس افتتاح دار القضاء، نیمارنگ جموئی، ۱۰؍ جولائی ۲۰۱۹ء

نام کتاب	:	قضا کی شرعی اور تاریخی اہمیت
تحریر	:	امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ
کمپوزنگ	:	حافظ محمد امتیاز رحمانی
سنہ طباعت	:	(پہلی مرتبہ) ۱۹۸۴ء
سنہ طباعت	:	(چھٹی مرتبہ) جولائی ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
مطبع	:	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

حضرت مولانا سید نظام الدینؒ امیر شریعت امارت شرعیہ

حق تعالیٰ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی قبر کو نور سے بھر ارکھے انھوں نے ہندستان کے دوصوبوں،، بہار واڑیسہ،، میں امارت شرعیہ کا نظام قائم کر کے ایسے تمام ممالک کے مسلمانوں کو جہاں اسلامی حکومت قائم نہیں ہے صحیح اور سچی دینی رہنمائی دی اور اسلامی فکر سے علما اور مسلمان دانشوروں کو آشنا کیا، مرکزی دارالقضا کا بھی قیام عمل میں آیا اور اسلامی ڈھنگ سے کام شروع ہوگیا، ۱۹۵۷ء میں جب حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ امیر شریعت منتخب ہوئے تو آپ نے جہاں امارت شرعیہ کے دوسرے تمام شعبوں کی ترقی کا خاکہ مرتب فرمایا وہیں دارالقضا کی توسیع اور علاقائی دارالقضا کے قیام پر خاص توجہ فرمائی۔

دارالقضا کا کام علمی اور عملی دونوں ہے، قاضی شریعت کا جہاں فقہ اسلامی سے واقف ہونا ضروری ہے، وہیں، دعویٰ دائر کرنے، شہادت، جرح وبحث، اور فیصلے تک ہر مرحلہ میں عملی جہتیں ایسی آتی ہیں، جن کے لئے علما کی بھی تربیت ضروری ہے؛ اس لئے حضرت امیر شریعتؒ نے قاضی کے کام کی انجام دہی کی خاطر علماء کرام کی تربیت کے لئے دو ہفتے کا پروگرام مرکز علم وعمل خانقاہ رحمانی مونگیر میں رکھا، جس میں بہار کے اہم اور قابل

ذکر علما نے بڑے ذوق اور دلچسپی سے حصہ لیا، اس تربیتی پروگرام کی رپورٹ ’’تربیت قضا کے دو ہفتے‘‘ کے نام سے مرتب ہو کر شائع ہو چکی ہے، تربیت قضا کا پہلا ہفتہ ۱۶؍اگست ۱۹۵۸ء مطابق ۲۹؍محرم ۱۳۷۸ھ سے شروع ہوا۔

ہفتہ تربیت کا افتتاح حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ نے اپنا ایک قیمتی مقالہ سنا کر کیا، جس میں اسلامی قانون کی اہمیت، انسانی معاشرے میں شریعت اسلامی کی ضرورت اور اس کے اجرا ونفاذ کیلئے دارالقضا کا قیام اور قاضیوں کی تقرری کی حیثیت پر گفتگو کی گئی اس مقالہ سے محکمۂ قضا کی تاریخی اور سماجی اہمیت بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

تربیت قضا کے دوسرے ہفتہ میں حضرت امیر شریعتؒ نے ایک اور مقالہ پڑھا جو قضا کی تاریخ پر قیمتی دستاویز ہے، اہلیت قضا کی شرطوں پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت امیر شریعتؒ نے دلائل سے واضح فرمایا ہے کہ قاضی کیلئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ضروری ہے، اور فہم معاملات کی استعداد بھی، اور عدل وانصاف کی صلاحیت اور ہمت بھی۔ یہ دونوں مقالات پہلی مرتبہ ۱۹۸۴ء میں طبع ہوئے تھے۔ ۲۹؍۳۰؍جون ۲۰۱۳ء کو جمشید پور، جھارکھنڈ، میں قضاۃ کے اجلاس کے موقع پر **’’قضا کی شرعی اور تاریخی اہمیت‘‘** کا تازہ ایڈیشن آپ کی خدمت میں پیش ہے، مجھے یقین ہے کہ مسئلہ قضا سے متعلق یہ عالمانہ مقالات آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت امیر شریعتؒ کے درجات بلند کرے ان کی خدمت کو قبول فرمائے اور پوری ملت کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے (آمین)

سید نظام الدین

۱۷؍جون ۲۰۱۳ء

امیر شریعت بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ

تازہ ایڈیشن

آپس میں جھگڑوں اور نزاعات کا ہونا لازمی ہے،اس لیے قرآن وحدیث میں صلح وصفائی کرادینے کی تعلیم دی گئی ہے۔یہ جھگڑے میاں بیوی کے درمیان بھی ہوتے ہیں، خاندان کے دوسرے افراد کے مابین بھی ہوتے ہیں، مسلمانوں کے دو قبیلوں کے درمیان بھی ہوتے ہیں۔صلح وصفائی اور نزاع کا یہ حل قرآن وحدیث کی روشنی میں کرنے کی تعلیم دی گئی ہے،اوراس سلسلہ میں عدل وانصاف سے کام لینے کی خاص تاکید کی گئی ہے،**فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم مؤمنین** ،اگرتم مؤمن ہوتو تمہارے لیےضروری ہے کہ جھگڑے کے حل کے لیےقرآن وحدیث کی تعلیمات کوسامنے رکھو(نساء)

مسلمانوں کے اس نزاع باہمی کے تصفیہ کے لیے ہندوستان میں امارت شرعیہ کے تحت دارالقضاء قائم ہیں،جنہیں مسلمانوں کے بڑے مفکر حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے قائم کیا تھا،اورانکے تربیت یافتہ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس کا جال پھیلانے کی بہار واڑیسہ کے علاوہ دوسرے صوبوں میں کامیاب کوشش کی تھی،اب الحمدللہ اس کا سلسلہ ہندوستان گیر سطح پر قائم ہے۔ دارالقضاء میں فیصلے جلد ہوجایا کرتے ہیں، وہاں اخراجات نہیں کے برابر ہوتے ہیں، فیصلے قرآن وحدیث کی روشنی میں صاف ستھرے ہوتے ہیں،کسی طرح کی کوئی جانبداری کا دور دور تک احتمال نہیں رہتا، جب کہ سرکاری عدالتوں سے فیصلے آنے میں برسہا برس لگ جاتے ہیں،آج عدالتوں میں لاکھوں مقدمات زیر التو ہیں،لیکن دارالقضاء ہے کہ نزاعات کا حل کرکے عدالتوں کے اس بوجھ کوکم کررہا ہے،قوت نافذہ کے نہ ہونے کے باوجود سماج میں انصاف قائم کرنے میں اپنی صاف ستھری شبیہ کی بنیاد پر یہ ادارہ بہت

مقبول ہے،مگر سچائی یہ بھی ہے کہ فرقہ پرستوں کی آنکھوں میں یہ کھٹکتا رہتا ہے،اورمتوازی عدالت کا نام دے کراس کے مبارک سلسلہ کوختم کرنے کی کوشش ہوتی رہتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ کا دور امارت کے لیے سنہرا رہا ہے، امارت شرعیہ کو انہوں نے وقار واعتبار دلایا،تعمیری ترقی دلائی، اور دوسرے تمام شعبوں کے ساتھ قضاء کے شعبہ کو بھی مستحکم کیا، فیصلہ کرنے والے کے لیے جہاں ضروری ہے کہ وہ علم سے آراستہ ہوں،وہیں یہ بھی ضروری ہے، کہ فیصلہ کرنے کی انہوں نے تربیت بھی لی ہو،ان کی تربیت کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ رحمانی مونگیر میں تربیت قضاء کے دو ہفتے کا پروگرام اپنے امیر شریعت بننے کے ابتدائی دور میں منعقد کیا ، تاکہ علماء کی بھرپور تربیت ہوسکے، اور بہتر فیصلہ کرسکیں،دونوں ہفتوں کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قضاء سے متعلق اپنی وقیع دو تحریریں پیش کیں، زیر نظر رسالہ ’’قضاء کی شرعی اور تاریخی اہمیت‘‘ انہیں دونوں تحریروں کا مجموعہ ہے، یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا،اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آئے، آپ کی خدمت میں اس رسالہ کا تازہ ایڈیشن حاضر ہے، اللہ تعالیٰ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کوقبول فرمائے اورانہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کرے(آمین)

محمد امتیاز رحمانی
دارالاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر

۲۷؍جون ۲۰۱۹ء
۲۳؍شوال ۱۴۴۰ھ
جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قضا کی حقیقت اوراس کی بنیادی شرطیں

نَحمَدُہٗ وَنُصَلّیِ عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیم

’’اختیار‘‘ کا سرچشمہ ’’ملکیت‘‘ ہے

امابعد، کسی چیز پر اختیار چیز والے کو ہوتا ہے دوسرے کو نہیں۔ مکان میرا ہو اور رہن سہن کا اختیار آپ کو ہو، اسے کوئی سمجھدار ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ ملازم آپ کا ہو اور اختیار اس پر میرا چلے۔ یہ آپ کے لئے باعث شرم اور میرے لیے موجب ظلم ہوگا۔ جب کسی چیز کی نسبت آپ کی طرف ہوگئی تو پھر وہ آپ کے قبضہ اور بس میں ہوگی، اگر وہ اختیار اور بس سے باہر ہو تو یہ چیز والے کا نقص اور اس کی کمزوری ہوگی۔ اس سے اصول نہیں بدلا جائے گا۔

امر کیلئے ’’اختیار و حق‘‘ ضروری ہے

یہی اختیار جب استعمال کیا جاتا ہے تو حکم بن جاتا ہے، اور حق جب برتا جاتا ہے تو امر کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جو حکم اختیار کے بغیر دیا جائے وہ مہمل ہے۔ اور جو امر حق کی عدم موجود گی میں کیا جائے وہ ماننے کے لائق نہیں۔ یعنی صحیح حکم اور سچے امر کے لئے اختیار اور حق لازم ہیں ورنہ اس حکم کی حیثیت مجذوب کی بڑ سے زیادہ نہ ہوگی اس لئے قرآن میں ارشاد ہوا ’’**الا لہ الخلق والامر**‘‘ (الاعراف:۵۴) ظاہر ہے کہ جب خلق اس خالق کے لئے ہے، تو حکم دوسرے

کے لیے کیونکر ہو سکتا ہے۔

ولا یشرک فی حکمہ احدا۔ خدا کے ملک میں، خدا کی خلق پر کسی دوسرے کا نہ حکم چل سکتا ہے نہ امر جاری ہو سکتا ہے۔

اللہ ہی خالق و مالک آمر و ناہی ہے

قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء تنزع الملک ممن تشاء (آل عمران:۲۶) آپ کہہ دیجئے اے اللہ ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے،

خلق مالک ہی کے لئے ہے اور حکم خالق ہی کے لئے زیبا ہے عقل یہی کہتی ہے اور نقل کا فیصلہ یہی ہے ’’**ان الحکم الا للہ**‘‘ (یوسف:۴۰) کے اعلان کے بعد ہر صالح طبیعت اور سلیم فطرت اس حکم کو تلاش کرتی ہے اور ضرورت پڑتی ہے کہ امر اتارا جائے اور حکم نازل کیا جائے اس ضرورت کو انبیا اور رسل علیہم السّلام کے ذریعہ پورا کیا گیا۔

اللہ کا امر پہونچانیوالے انبیا ہیں

ان ہی انسانوں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر کے انہیں منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا اور ان پر امر اور حکم نازل ہوا۔

ولقد اٰتینا بنی اسرآئیل الکتٰب والحکم والنبوۃ ورزقنٰھم من الطیبات وفضلنا ھم علی العلمین واٰتینٰھم بینٰت من الامر (الجاثیۃ:۱۶)

ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوت دی اور کھانے کو اچھی چیزیں دیں اور سارے عالم پر انہیں بزرگی دی اور واضح امر دیا۔

دوسری جگہ بہت سے انبیا کی برگزیدگی اور رشد و ہدایت کے تذکرہ کے بعد ارشاد ہوا۔

اولئک الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکم والنبوۃ (الانعام:۸۹)

یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکم اور نبوت دی۔

انبیا تبلیغ اور امر اللہ کی تنفیذ کے لیے بھیجے گئے

یہی سرفرازی انسان کیلئے خلافت الٰہی اور نیابت خداوندی کا سبب بنی، انبیا مامور ہوئے کہ وہ خدا کے حکم پہونچائیں اور اسکے امر کو جاری ونافذ کریں۔

انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونوریحکم بھا النبیون (المائدۃ:۴۴) ہم نے توراۃ اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیا علیہم السّلام فیصلے کیا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ خاتم النّبیین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔

فاحکم بینھم بماانزل اللہ ولاتتبع اھواء ھم (المائدۃ:۴۸) آپ ان کے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کیجئے اوران کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

اور پھر عام خطاب کیا گیا کہ جوشخص اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی باتوں کے مطابق فیصلے اور حکم نہیں کرتا وہ مذکورہ بالا اصول اور مسلمات کا انکار کرتا ہے اور زبان حال سے اعلان کرتا ہے کہ ملک کسی کا ہو، خلق کسی کی ہو اور حکم کسی اور کا چلے؟

ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون (المائدۃ:۴۴) اور جو اللہ کی کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ لوگ کافر ہیں۔

قانون الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے والا ''قاضی'' ہے۔

خدا کی اتاری ہوئی باتوں کے مطابق فیصلے اور حکم کرنے والے اور امر خداوندی کو جاری ونافذ کرنے والے کا نام شریعت کی اصطلاح میں قاضی ہے۔صاحب بدائع نے لکھا ہے۔

القضاء ھوالحکم بین الناس بالحق والحکم بماانزل اللہ عزوجل (۷/۱)

قضا کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے مابین حق اور اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قضا کا فریضہ اور قاضی کا منصب کس قدر اہم ہے اور کس قدر ذمہ دارانہ ہے امام سرخسی نے فرمایا ہے۔

اعلم بان القضاء بالحق من اقوی الفرائض بعد الایمان باللہ وھو اشرف العبادات لاجلہ اثبت اللہ لآدمؑ اسم الخلافۃ فقال جل جلالہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ واثبت ذالک لداؤد فقال عزوجل: یاداؤد اناجعلناک خلیفۃ فی الارض وبہ امر کل نبی مرسلؑ حتیٰ خاتم الانبیاءؑ فقال اللہ تعالیٰ: ''انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدیً ونوریحکم بھا النبیون وقال اللہ تعالیٰ: فاحکم بینھم بماانزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم''وھذالان فی القضاء بالحق اظھار العدل وبالعدل قامت السموات والارض ورفع الظلم وھومایدعوالیہ عقل کل عاقل وانصاف المظلوم وایصال الحق الیٰ المستحق وامر بالمعروف ونھی عن المنکر ولا جلہ بعث الانبیاء والرسل وبہ اشتغل الخلفاء الراشدون.

جاننا چاہئے کہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنا ایمان باللہ کے بعد اہم ترین فریضہ ہے۔وہ عظیم ترین عبادت ہے اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے لفظ ''خلافت'' حضرت آدمؑ کے لئے استعمال کیا اور فرمایا ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' اور اسی بنا پر حضرت داؤدؑ کو بھی خلیفہ کہا گیا ''اے داؤدؑ میں نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا''۔اور اس کا حکم تمام پیغمبروں کو دیا گیا یہاں تک کہ خود آنحضورﷺ بھی اس کے لئے مامور تھے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''میں نے تورات نازل کی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے،اس کے ذریعہ انبیا فیصلے کرتے ہیں۔اور دوسری جگہ فرمایا گیا ''آپ فیصلہ کیجئے ان کے مابین اللہ کے بھیجے ہوئے قانون کے موافق اوران کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے'' قضا کی یہ عظمت وشرافت اس لئے ہے کہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنا عدل کا اظہار ہے اور عدل ہی پر آسمان وزمین قائم ہیں اور اس قضا میں ظلم کا مٹانا ہے اور رفع ظلم ہی پر عقل کا مدعا ہے اوراس قضا کے ذریعہ مظلوم کیساتھ انصاف ہوتا ہے اور مستحق کا حق پہونچتا ہے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور انہیں مقاصد سے انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے اور خلفاء راشدین ہوئے۔

اہلیت قضا

سطور بالا سے منصب قضا کی اہمیت اور قاضی کی ذمہ داری واضح ہوگئی ۔ظاہر ہے کہ جو منصب جس قدر اہم اور بلند ہوگا اس کی اہلیت کے شرائط بھی اسی درجہ اعلیٰ وارفع ہوں گے ۔یہی وجہ ہے کہ تقرر قاضی کے لئے علم، فہم اور عدالت کا لحاظ رکھا جاتا ہے ۔

علم

علم ۔قاضی کے لئے اسی طرح لازم ہے جس طرح آفتاب کیلئے روشنی ۔جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، قضا کی تعریف ہی یہی ہے کہ لوگوں پر حق کا حکم نافذ کرنا اور ’’ماانزل اللہ‘‘ کے مطابق فیصلے کرنا، اب اگر کسی کو حق کی خبر نہ ہو اور بماانزل اللہ سے ناواقف ہو تو وہ حکم کیا دے گا اور فیصلے کس طرح کرے گا؟

اصول دین

عہد رسالت میں حضرت معاذ بن جبلؓ یمن کے قاضی مقرر کئے گئے ۔روانگی سے پہلے دربار رسالت سے طلبی ہوئی حاضر ہوئے ۔تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ معاذ! فیصلہ کس طرح کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، پھر ارشاد ہوا۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا تو پھر سنت رسول اللہ سے فیصلہ دوں گا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اگر رسولؐ کی سنت میں بھی وہ مسئلہ نہ ہو؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ اجتہاد سے کام لوں گا۔ یعنی قیاس سے فیصلہ کردوں گا۔ سرکار دو عالمؐ کو جوابات سے مسرت ہوئی اور ارشاد فرمایا۔

الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله (سنن ترمذی باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی ۱/۲۱۶ رقم الحدیث ۱۳۲۷)

اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے رسول کو توفیق خیر بخشی ۔

معلوم ہوا کہ قاضی کے لئے ماانزل اللہ کا علم ضروری ہے چونکہ اس کو فیصلے اسی کے مطابق کرنے ہیں اب خواہ وحی متلو کتاب اللہ ہو یا وحی غیر متلو سنت رسول اللہ ہو اور جو مسائل ان دونوں میں نہ ملیں اس کا کتاب وسنت پر قیاس کر کے دینا ہے ۔علم اگر موجود ہو تو کمسن لوگوں کو بھی قاضی مقرر کیا جاسکتا ہے ۔

نوعمر قاضی حضرت عمرؓ کے دربار میں

سیدنا عمر بن الخطابؓ کے پاس شام کے قاضی کے متعلق شکایت پہونچی کہ وہ کمسن ہیں ۔آپ نے قاضی کو طلب کیا اور امتحان لیا اور پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرتے ہو عرض کیا کہ کتاب اللہ سے، دربار خلافت سے پھر سوال ہوا کہ اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے؟ تو قاضی نے کہا سنت رسول اللہ سے، پھر سوال ہوا کہ اگر کوئی بات کتاب وسنت میں بھی نہ ملے؟ تو کمسن قاضی نے جواب دیا کہ سیدنا ابوبکرؓ کی زندگی کی روشنی میں ۔اس نوعمر قاضی نے خلیفۃ المسلمین کو جب سوالات کا تشفی بخش جواب دیدیا تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا۔

انت قاضیهااى انی لااعزلک عن القضاء مادمت علی هذه الطریقه

(مبسوط:۱۶/۶۸)

تم ہی اس کے قاضی ہو میں اس وقت تک تمہیں معزول نہیں کروں گا جب تک تم اس طریقہ پر قائم رہوگے۔

قاضی عابس کا دلچسپ واقعہ

ایک ناخواندہ قاضی کا واقعہ ۔’’امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی‘‘ میں حسن المحاضرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اموی خلیفہ مروان جب اپنے دورہ پر مصر پہونچا تو اس وقت مصر کے قاضی عابس نامی تھے، قاضی عابس ان پڑھ تھے ۔لکھنا بھی نہیں جانتے تھے ۔طلب کئے گئے اور ان سے پوچھا گیا:

مـروان: أجـمـعـت كتـاب الله؟ عـابـس: لا. مـروان: فـاحـكـمـت الفرائض. عابس: لا

"کیاتم نے قرآن یاد کرلیاہے؟ عابس: نہیں۔ مروان: کیاتم نے میراث کے مسائل کو پختہ کرلیاہے؟ عابس: نہیں"

مروان کو قاضی کے جواب پر حیرت ہوئی اور کہنے لگا۔ **فبما تقضی** پھر آخر تم کس چیز سے فیصلہ کرتے ہو؟

ظاہر ہے قاضی عابس کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جو شخص مسائل دینیہ سے ناواقف ہو اس کے لئے فیصلہ کرنے کی آخر راہ کیا ہے۔ نہ وہ اس منصب کے لائق ہے اور نہ قضا کا کام اس کے بس کا ہے۔

قاضی کی تین قسمیں

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی تین طرح کے ہیں۔ ایک تو جنت میں جائے گا اور دو کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہ قاضی جس نے علم حاصل کیا اور اپنے علم کے موافق فیصلہ کیا وہ جنتی ہے اور جس نے علم کے خلاف فیصلہ دیا اور جو جاہل ہے اور فیصلہ بھی جہالت کے ساتھ دیا اس کی جگہ جہنم ہے اسی لئے علم کی شرط اصحاب حدیث اور حنبلی مسلک میں قضا کے لئے شرط جواز میں داخل ہے۔

قاضی کی علمی ہمہ گیری

قاضی ابو یعلیٰؒ نے لکھا ہے کہ قاضی کے لئے احکام شرعیہ کا علم ضروری ہے یعنی اس کو کتاب اللہ اور اس کے متعلقات پر حاوی ہونا چاہئے۔ سنت رسول اللہ ﷺ پر اس کی نظر گہری ہونی چاہئے کہ سلف نے کن چیزوں پر اجماع کیا ہے۔ اور کن مسائل میں اختلاف کیا تاکہ اجماع کے مطابق فیصلے کرسکے اور مختلف فیہ مسائل میں خود مجتہدانہ رائے قائم کرسکے۔ اور اسے قیاس کا اس کے متضمنات ولوازم کے ساتھ پورا علم ہو؛ تاکہ ایسے مسائل وجزئیات میں جن سے کتاب

وسنت واجماع ساکت ہیں۔

دین کی انہیں تین بنیادوں کی روشنی میں حکم دے سکے۔ یعنی کتاب وسنت واجماع سے فروع جزئیات کا استخراج کرسکے، بہرحال تقلید قضا تقرر قاضی کے باب میں علم کی شرط نہ صرف ضروری ہے؛ بلکہ اس کا مقام بہت اونچا ہے۔

صاحب بدائع نے لکھا ہے

لاینبغی ان یقلد الجاهل بالأحکام لا ن الجاهل بنفسه مایفسد أکثر مما یصلح بل یقضی بالباطل من حیث لایشعر به (بدائع الصنائع ۳/۷)

"احکام ومسائل سے ناواقف شخص کو قاضی نہیں بنانا چاہئے اس لئے کہ ایسا شخص معاملات کو سلجھانے اور صحیح فیصلہ کے بجائے بگاڑ اور فساد ہی پیدا کرے گا بلکہ وہ باطل فیصلے کرے گا اور اسے خبر بھی نہ ہوگی"۔

امام سرخسی فرماتے ہیں

واماالجاهل فما کان ینبغی له ان یتقلد القضاء ویلتزم اداء هذه الامانة لانه لایقدر علی اداء ها الابالعلم (مبسوط ۱۶/۷۲)

"جاہل کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ قضا قبول کرے اور اس ذمہ داری کی ادائیگی اپنے ذمہ لے؛ اس لئے کہ اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے علم ضروری ہے"۔

"مسند قضا" سے مدرسہ کی طرف

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے تو یہ ہے کہ کسی کو مسلسل زیادہ دنوں تک قاضی نہ رکھا جائے اگر کیا گیا تو ممکن ہے قضا کے مشاغل اس کو علمی ذوق سے دور کردیں اور مسائل وجزئیات مستحضر نہ رہیں اور اس کی وجہ سے اس کے فیصلوں میں قوت اور جامعیت باقی نہ رہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس مصلحت کا لحاظ کرتے ہوئے "امیر" کو چاہئے کہ قاضی کو کچھ عرصہ کے بعد یہ کہتے ہوئے برخاست کردے کہ میں تم کو کسی الزام کے باعث نہیں؛ بلکہ محض اس خطرہ کے ماتحت برخاست

کرتا ہوں کہ کہیں تمہارا علم ضائع نہ ہوجائے؛ اس لئے جاؤ اور درس وتدریس میں مشغول ہوجاؤ کچھ دنوں کے بعد پھر میرے پاس آنا تو تم کو دوبارہ قاضی بنایا جائے گا۔

ماعزلتک بفساد فیک ولکن اخشی علیک ان تنسی العلم فادرس العلم ثم عد الینا حتیٰ نقلد ک ثانیًا۔

’’میں نے تجھے تیری کسی خرابی کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ مجھے تمہارے بارے میں ڈرہوا کہ کہیں تم علم کو بھول نہ جاؤ؛ اس لئے جاؤ علم حاصل کرو پھر ہمارے پاس واپس آؤ کہ ہم دوبارہ تمہیں قاضی بنائیں‘‘۔

سچ پوچھئے تو توسیع محکمہ قضا پر غور کرتے وقت حضرت امام اعظمؒ کے اسی قول سے مجھے ہدایت ملی اور اصحاب مدارس ومدرسین مدرسہ پر خصوصیت سے نظر پڑی اور آپ نے راقم الحروف کے پہلے مطبوعہ دعوتی خط میں مدرسہ، اس کے منتظمین اور مدرسین کا تذکرہ جو ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ وہ حضرت امام اعظمؒ کے اسی قول کا نتیجہ ہے۔

عقل وفہم

اللہ تعالیٰ کا یہ عطیہ اور اس کی نعمت تو اتنی قیمتی ہے کہ دین ودنیا کے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے تو پھر قضا جیسا اہم شعبہ اس سے کیوں کر مستثنیٰ ہوسکتا ہے۔ آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے واقعہ میں ابھی ابھی ملاحظہ فرمایا کہ آخر میں انھوں نے جواب دیا کہ اگر کوئی بات کتاب اللہ وسنت رسول اللہﷺ میں نہ مل سکی تو میں اجتہاد کروں گا، یہ اجتہاد وقیاس کیا عقل سلیم وفہم لطیف کے بغیر ممکن ہے؟

حضرت عمرؓ کا اہم مکتوب

سیدنا عمر بن الخطابؓ نے ایک خط حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا اس کی حیثیت باب قضا میں بنیاد واساس کی ہے اور امام محمدؒ کے الفاظ میں ’’کتاب السیاسۃ‘‘ ہے اور دوسرے اہل علم کی اصطلاح میں اس مکتوب کا نام کتاب سیاسۃ القضاء وتدبیر الحکم ہے اسی خط میں فاروق اعظمؓ تحریر

فرماتے ہیں:

فافھم اذا ادلی ا لیک ’’جب کوئی معاملہ تمہارے سامنے آئے تو اسے اچھی طرح سمجھو‘‘۔

اور پھر تحریر فرماتے ہیں:

الفھم،الفھم فیما یختلج فی صدرک ممالم یبلغک فی القرآن العظیم والسنۃ ثم اعرف الامثال والاشباہ وقس الامور عند ذالک (بدائع الصنائع ۹/۷)

’’جن معاملات کے بارے میں قرآن وسنت سے رہنمائی نہ ملے اور وہ تمہارے دل میں کھٹکیں تو ان پر خوب خوب غور کرو اور فہم سے کام لو۔ پھر مثالوں اور نظیروں کو معلوم کرو اس کے بعد قیاس کرو‘‘۔

امام سرخسیؒ نے سیدنا عمرؓ کے اس خط کی مبسوط میں شرح کی ہے۔ فرماتے ہیں:

الفھم الفھم فیما یختلج فی صدرک وقد بینا تفسیر ھذااللفظ وفی تکرار مرۃ بعدمرۃ بیان انه ینبغی للقاضی ان یصرف الغایۃ الیٰ ذلک خصوصاً (مبسوط:۱۶/۶۲)

اس جملہ کی تفسیر ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے **الفھم ، الفھم** دوبار کہہ کر اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ قاضی کو فہم اور معاملات کو سمجھنے کی طرف خصوصاً بہت زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔

’’فیصلے‘‘ اور ’’قرائن‘‘

اور یہ تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مقدمات کی سماعت اور اس کا فیصلہ ایک غبی اور غیر ذی فہم شخص کامیابی کے ساتھ نہیں کرسکتا۔

مقدمات کی سماعت اور فیصلوں میں بیانات اور شہادت کے سوا قرائن اور دلالت حال سے بھی مدد لینی پڑتی ہے اور بعض دفعہ تو بڑے بڑے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام پر امرأۃ عزیز کی طرف سے ناپاک اور گندہ الزام لگایا گیا۔ آپ کو اس سے انکار تھا اور اسی کو مجرم قرار دے رہے تھے اس طرح ایک مقدمہ ہی کی شکل پیدا ہوگئی، واقعہ تنہائی کا تھا گواہ کسی کے پاس نہیں تھے دونوں کے بیانات ایک دوسرے کے مخالف؛ لیکن حال یہ تھا کہ حضرت یوسفؑ کی

قمیص پیچھے سے پھٹ گئی تھی۔اس کے خاندان ہی کے ایک شخص نے صحیح بات معلوم کرنے کے لیے اس دلالت حال کی طرف رہنمائی کی۔

حضرت یوسفؑ کا واقعہ

ان کان قمیصه قدمن قبل فصدقت وهو من الکاذبین وان کان قمیصه قدمن دبرفکذبت وهو من الصادقین(یوسف : ۲۶،۲۷)

"اگر یوسفؑ کی قمیص آگے سے پھٹی ہوتو وہ عورت سچی ہےاور یوسفؑ جھوٹے ہیں(العیاذ باللہ)اوراگرانکی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوتو وہ عورت جھوٹی ہے۔اور یوسفؑ سچے ہیں"۔

اس دلالت اورقرینہ کے پیش نظرعزیزمصر نے فیصلہ کیا اورحضرت یوسفؑ اس گندے الزام سے بری ہوئے۔

فلمار أی قمیصه قدمن دبر قال انه من کید کن ان کید کن عظیم(یوسف : ۲۸)

"جب عزیزمصرنے دیکھا کہ یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہےتو اس نے کہا کہ یہ تم عورتوں کی مکاری ہے بیشک تمہارامکر بہت بڑا ہے"۔

آنحضرتﷺ کا طرزعمل

خود جناب رسول اللہﷺ نے بعض معاملات کے فیصلے میں قرائن سے کام لیا ہے، مثلاً خیبر میں یہودیوں کے مال ودولت کا بڑا حصہ شرائط صلح کے بموجب مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا؛لیکن ایک یہودی سے جب مطالبہ کیا گیا تو اس نے یہ کہہ کرانکار کردیا کہ میرا مال لڑائی کے مصارف میں خرچ ہوگیا لیکن دربار رسالتؐ نے اس انکاری بیان کوتسلیم نہیں کیا؛ کیونکہ مال کی مقدارزیادہ تھی اورخرچ اس زمانہ کا کم تھااس قرینہ سے یہ بات سمجھی گئی کہ اتنا مال اتنی کم مدت میں خرچ نہیں کیا جاسکتا،سرکاردوعالمﷺ کا فیصلہ جوایک قرینہ کی بنیاد پرتھا حرف بحرف صحیح ثابت ہوابعد میں لوگوں نے شہادت دی کہ اس یہودی کوفلاں پہاڑی پرگھومتے ہوئے دیکھا گیا

ہے مزید تحقیقات کی گئی تو یہودی کا سارامال پہاڑی سے برآمد ہوا۔غرض یہ کہ دلالت حال اور قرائن کے ذریعہ حقیقت تک وہی پہونچ سکتا ہےجس کوفہم وفراست سے حصہ وافرملا ہو۔

قاضی ایاس اورسرخ وسبز چادر کا مقدمہ

اس سلسلہ میں قضاۃ اسلام سے بڑے دلچسپ اورحیرت انگیز واقعات مورخین نےنقل کئے ہیں۔قاضی ایاس بن معاویہ کے اجلاس میں دوشخص فریق مقدمہ بنکر آئے ایک نے کہا کہ میں چادرر کھکر حوض میں غسل کرنے گیا،یہ شخص آیااور میری سبز چادر پراپنی سرخ چادرر کھ کر غسل کرنے لگا،لیکن مجھ سے پہلے غسل سے فارغ ہوکرنکلااورمیری چادر لیتا گیا،میں نے تعاقب کر کے گرفتار کیا،تو کہتا ہے کہ چادر میری ہے؛لیکن مدعی کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا،قاضی صاحب نےحقیقت حال تک پہونچنے کی ایک ترکیب نکالی اوروہ یہ کہ دونوں کے سر کے بالوں میں کنگھی کی،جس کے سر سے سرخ اون نکلا اسے سرخ اورجس کے سر سے سبز اون نکلا اسے سبز چادردیدی۔اگرقاضی صاحب فہم وذکاوت سے خالی ہوتے تو یہ ترکیب انہیں ہرگز نہ سوجھتی۔غرض یہ کرنا ہے کہ قاضی کیلئے جہاں اور چیزیں ضروری ہیں وہاں یہ بھی لازم ہے کہ وہ ذہین،معاملہ فہم اور صاحب فراست ہوورنہ مقدمات کی سماعت اوراس کا فیصلہ مشکل ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ الٹے فیصلے کردیا کرے۔

عدالت

قاضی کاعدالت ودیانت اورامانت میں ممتاز ہونا بھی ضروری ہے۔قرآن نے بار باراعلان کیا ہےاورمقدمات کے فیصلوں میں عدل وانصاف کوضروری قراردیاہےفرمایا گیا: "عدل" میں کسی طرح کی تفریق جائزنہیں۔

واذاحکمتم بین الناس ان تحکموابالعدل.

"جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو(تواللہ کاحکم یہ ہے) کہ انصاف کےساتھ فیصلہ کرو"۔

عدل کاحکم صرف آپس ہی کے معاملات میں نہیں دیا گیا؛ بلکہ عدل کے حکم کوعام کرکے

پوری انسانی آبادی کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع بہم پہونچایا گیا یہودیوں کے معاملات کے سلسلہ میں خود سرکار دو عالم ﷺ کو حکم دیا گیا۔

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین۔

''اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

فیصلے میں غیر جانبداری

عہد رسالت ﷺ کے بعد سیدنا عمر نے عدالت کے اصول مقرر کئے اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کیا آپ نے فرمایا۔

اجعلوا الناس عند کم فی الحق سواء قریبھم کبعید ھم وبعیدھم کقریبھم وایاکم والرشی۔ (القضاء فی الاسلام بحوالہ کنز العمال: ۱۳/۱۷۴)

''حق کے معاملہ میں تمام انسان کو برابر سمجھو قریب و بعید سب برابر ہیں (ہاں) رشوت سے بچتے رہنا''۔

''رشوت'' کی شکلیں

رشوت کیلئے ضروری نہیں کہ علانیہ ہی دی جائے اور روپے ہی کی شکل میں دی جائے ہر زمانہ میں سیکڑوں نئے طریقے رشوت کے نکلتے رہتے ہیں جن کے ذریعہ رشوت دی جاتی ہے اور لی جاتی ہے، مثلاً حکام اگر تجارتی کاروبار کریں تو اس راستہ سے بھی ان پر اثر ڈالا جا سکتا ہے۔

جب قاضی شریح کو حضرت عمرؓ نے منصب قضا پر مامور کیا تو فرمایا: **''لاتشترو لاتبع و لا ترتش''** تجارت مت کرو اور نہ رشوت لو۔

تحفے ہدایا اور اس زمانہ کی ڈالیاں رشوت کے لئے دی جاسکتی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے عمال کو ہدیہ لینے کی ممانعت فرمائی، اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے متعلق کنز العمال میں ایک دلچسپ واقعہ درج ہے کہ زمانۂ خلافت سے پہلے معمولاً ہر سال ایک شخص اونٹ کی ایک ران ہدیۃً حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو وہی شخص آپ

کے سامنے مقدمہ کا فریق بنکر آیا سماعت مقدمہ کے بعد اس نے کہا کہ امیر المومنین ہمارے مقدمہ کا ایسا دو ٹوک فیصلہ کیجئے جس طرح اونٹ کے ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کی جاتی ہیں، حضرت عمرؓ اس ناجائز اشارہ کو سمجھ گئے اور اسی وقت تمام عمال کو لکھ بھیجا کہ ہدیہ قبول نہ کرو کیونکہ وہ بھی رشوت ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ ایک قاضی صاحب کا امتحان لیا۔

ورع و طمع

امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

ولما امتحن علی رضی اللہ عنہ قاضیا قال لہ بم صلاح ھذا الامر قال بالورع فبما فسادہ قال بالطمع قال حق لک ان تقضیٰ (مبسوط: ۱۶/۷۱)

''حضرت علی نے سوال کیا ''قضا'' کی صلاح کس طرح ممکن ہے؟ قاضی نے جواب دیا ''ورع (پرہیزگاری) کے ذریعہ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا اور اس کا ''فساد'' کیا ہے؟ قاضی نے جواب دیا ''طمع'' (لالچ) حضرت علیؓ نے فرمایا قضا تیرا حق ہے''۔

طمع کی ہلاکت خیزیاں

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ارشاد ہے کہ جب کسی قاضی میں پانچ صفتیں ہوں تو وہ کامل ہے اور اس میں سے ایک بھی کم ہو تو اس میں کسر ہے اور ان میں سے ایک لالچ سے پاک ہونا ہے۔

قال نزھۃ عن الطمع وھو ماخوذ من النزاھۃ فمن یتحرز من شئ یقال ھو یتنزہ فکل الفتنۃ للقاضی فی طمعہ فیما فی ایدی الناس (مبسوط: ۱۶/۷۱)

''ہر طرح کی لالچ سے قاضی کا پاک ہونا ضروری ہے۔ قاضی کیلئے ساری ہلاکت اسی میں ہے کہ وہ لوگوں کے ''مال'' پر طمع کی نظر ڈالے''۔

عمومی مساوات

عدل و انصاف کا بڑا لازمہ عمومی مساوات ہے، یعنی ''ایوان عدالت میں شاہ و گدا، امیر

وغریب سب ہم رتبہ سمجھے جائیں حضرت عمرؓ کو اس کا بڑا اہتمام تھا، ان میں اور حضرت ابی بن کعب ؓ میں کچھ نزاع تھی، حضرت ابیؓ نے قاضی وقت حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں مقدمہ دائر کیا، امیر المومنینؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے حضرت زید بن ثابتؓ نے آپ کی تعظیم کی، دربار خلافت سے ارشاد ہوا، زید یہ تمہارا پہلا ظلم ہے، یہ کہہ کر حضرت ابیؓ کے پاس بیٹھ گئے مدعی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اور حضرت عمرؓ کو دعویٰ سے انکار تھا، قاعدہ کے مطابق حضرت ابیؓ نے امیر المومنینؓ سے قسم لینی چاہی، حضرت زیدؓ نے خلیفۃ المسلمین کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت ابیؓ سے درخواست کی کہ امیر المومنینؓ کو قسم سے معاف کر دیا جائے، حضرت عمرؓ اس طرفداری سے بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت زید کو مخاطب کر کے کہا ’’جب تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور ’’عمر‘‘ برابر نہ ہوں تو تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے، (الفاروق ۲؍۵۴)

بعد میں قضاۃ اسلام نے ان زریں اصولوں پر عمل کیا اور عدالت ومساوات کی ایسی مثالیں قائم کی جس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ اس قسم کے واقعات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔ جس کا دل چاہے تاریخ کے اوراق کو الٹے اور عدالت کا سبق حاصل کرے۔ ان تمام امور کے ساتھ ضروری ہے کہ قاضی امین، قابل اعتماد، متقی اور بلند کیرکٹر، اعلیٰ سیرت کا مالک ہو؛ تاکہ جان ومال، عزت وآبرو کی اس عظیم ذمہ داری کو نبھا سکے۔

صاحب بدائع نے لکھا ہے

لاینبغی ان یقلد الفاسق لان القضاء امانة عظیمة وهی امانة الاموال والابضاع والنفوس فلایقوم بوفا ئها الا من کمل ورعه وتم تقواه (بدائع ۷؍۳)

’’کسی فاسق کو قاضی بنانا صحیح نہیں اس لئے کہ قضا بڑی ذمہ داری ہے اس میں مال، آبرو، سامان اور نفوس کی ذمہ داری ہے لھذا اس کو وہی شخص پوری طرح انجام دے سکتا ہے، جس کے اندر پرہیزگاری مکمل اور تقویٰ پورا پورا ہو‘‘۔

قضاۃ کے انتخاب میں احتیاط

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے فاسق (غیر عادل) کو قاضی مقرر کیا تو گنہگار ہوگا۔

لکنه لایقلد وجوباً ویا ثم مقلده (شامی: ۴؍۳۳۰)

’’فاسق کو قاضی نہ بنانا واجب ہے اور قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا‘‘۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قاضی کیلئے علم وفہم اور عدالت ضروری اوصاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں قاضیوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط اور نکتہ سنجی سے کام لیا۔

عہد فاروقی کے قضاۃ

اس دور کے قاضیوں کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اس منصب کے لئے چنے گئے تھے وہ تمام عرب میں انتخاب تھے دارالحکومت مدینہ منورہ کے قاضی زید بن ثابتؓ تھے، جو دربار رسالتؐ میں کتابت وحی کا کام انجام دے چکے تھے۔ سریانی وایرانی زبان کے ماہر اور فقہ میں فرائض ومیراث کے اندر تمام عرب میں ان کا جواب نہ تھا، بصرہ کے قاضی کعب بن سورالازدیؓ تھے غضب کے ذہین، بڑے معاملہ فہم اور نکتہ رس تھے، امام محمد بن سیرینؒ نے ان کے بہت سے فیصلے اور احکام نقل کئے ہیں۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ فلسطین میں قاضی تھے یہ ان پانچ شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے عہد رسالتؐ میں پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا اور اہل صفہ کی تعلیم آپ ہی کے سپرد تھی، کوفہ کے قاضی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے جن کا فضل وکمال محتاج بیان نہیں۔ غرض اس دور کے قضاۃ میں ہر شخص علم وفضل، صلاح وتقویٰ، فہم وتدبر اور عدالت وامانت میں اونچا مقام رکھتا تھا۔ جس کی تفصیل اخبار القضاۃ، اسد الغابہ، استیعاب قاضی ابن عبدالبر اور رجال کی دوسری کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

دور حاضر اور قضاۃ کا معیار

ظاہر ہے کہ اس زمانۂ انحطاط وزوال میں سلف کے فضائل وکمالات کی تلاش بے سود ہے، اب نہ وہ زمانہ ہے نہ ویسے لوگ ہیں؛ لیکن دینی ضروریات اپنی جگہ پر قائم ہیں اوران کو بہر

حال پورا کرنا ہے، اگر ہم کو قرون اولیٰ کے قضاۃ میسر نہ آسکیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس فریضۂ محکمہ کو ہی ترک کر دیا جائے اور بے شمار خدا کے بندوں کو اعلانیہ گناہ اور نافرمانی میں مبتلا رہنے دیا جائے اور ان کے لئے عصیان سے محفوظ رہنے کی کوئی شکل نہ نکالی جائے، اس دور میں علم وعمل، فہم وعدالت کا جو معیار ہے اسی معیار پر ہمیں قاضی کو بھی تولنا ہوگا، جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''زمانہ میری موجودگی کا ہے جو شخص اسلام کے دسویں حصہ کو ترک کرے گا ہلاک ہو جائیگا اور ایک زمانہ میرے بعد آنیوالا ہے اس وقت اگر کوئی اسلام کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا کامیاب ہو جائے گا'' مجھے اس کا بھی احساس ہے کہ محکمۂ قضا کی توسیع جہاں ضروری ہے اور مسلمانوں کا دینی فائدہ اسی سے وابستہ ہے وہاں اس سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، قاضی کے انتخاب میں تھوڑی سی غلطی بڑے مفاسد پیدا کر سکتی ہے؛ لیکن اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ صوبہ کے منتخب لوگوں کو دعوت دی جائے اور ان کے ذریعہ اس مہم کو سر کیا جائے۔ اس وقت جو مجمع میرے سامنے ہے وہ صوبہ کی روح اور اس کا خلاصہ ہے، آپ حضرات صوبہ میں دین کے ستون ہیں، علم وعمل، صلاح وتقویٰ، دیانت وامانت غرض دین کی بنیاد اس وقت آپ ہی پر قائم ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بلند معیار کے لوگ صوبہ میں ملیں گے؛ اسلئے بہر حال کام آپ ہی لوگوں کو کرنا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو سچا مسلمان بنادے اور خاتمہ بالخیر کرے۔

آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

قضا کی تاریخی اہمیت

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰ ۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ الہٖ و اصحابہ اجمعین

اسلام فطری نظام حیات ہے

اسلام ایک ایسا نظریۂ حیات ہے جس کو تسلیم کر لینے کے بعد انسان تمام خود ساختہ قوانین سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اسلامی قانون جدید اور قدیم، سابق ولاحق اور ماضی و مستقبل کا ایک ایسا خوشگوار امتزاج ہے کہ اس کی پوری شکل کسی سلیم الطبع کے سامنے لا کھڑی کی جائے تو اس کی فطرت کیلئے اسلامی قانون کو قبول کرنے کے سوا چارہ نہ ہوگا؛ لیکن ہر قانون و دستور کیلئے کامیابی کی روح ''عمل،، ہے اگر قانون کتابوں میں لکھا ہوا محفوظ ہو، اور اس پر عمل کرنے والا کوئی نہ ہو تو نہ اس کی افادیت ظاہر ہوگی اور نہ اس کے ذریعہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی انقلاب برپا ہو سکے گا۔

اس لئے قرآن مجید نے ایک طرف عام انسانوں کو خطاب کر کے فرمایا ''**ان الدین عند اللہ الا سلام** '' خدا کے نزدیک تو اسلام ہی ایک ایسا طریقہ ہے جسے لوگوں کو اختیار کرنا چاہئے اور جس نے کوئی دوسری راہ اختیار کی تو خدا کی نظروں میں وہ پسندیدہ نہیں، اسی طرح قرآن نے

انسانوں کو اسلامی قانون پر عمل کرنے کی ترغیب دی کہ عمل ہی اصل اور روح ہے، دوسری طرف اسلام کے لانے والے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے قرآن میں کہا گیا ''**فاحکم بینھم بما انز لاللہ**'' کہ خدا کے نازل کردہ اصول کی روشنی میں فیصلہ کیجئے۔

یعنی آپ کو حکم کیا گیا کہ لوگوں کے باہمی معاملات کا فیصلہ اسی قانون کے مطابق کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے؛ تاکہ قانون الٰہی جو افراد و جماعت کی اصلاح کا ضامن ہے، لوگوں کی زندگی کے ہر گوشہ پر نافذ ہو سکے اور قانون خداوندی کے جاری اور نافذ کرنے کا نام قضا ہے گویا قضا ہی اسلامی قانون کی روح اور اصل ہے قضا'' کے ذریعہ بہترین نظریۂ حیات کے ماتحت جو صرف اسلام ہے، اچھے افراد اور صالح سوسائٹی بن سکتی ہے۔

قضا فریضۂ محکمہ ہے

اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ''قضا'' کی کیا اہمیت ہے اور اسے کتنا اونچا مقام حاصل ہے، شعبۂ قضا کی اسی اہمیت کے پیش نظر سیدنا عمر بن الخطابؓ نے قضا کو ''فریضہ محکمہ'' قرار دیا کہ یہ ایسا مضبوط فریضہ ہے جس سے کبھی غفلت نہیں برتی جا سکتی اور جہاں کہیں بھی ''مسلمان'' ہوں گے وہاں محکمۂ قضا بھی ضرور ہوگا؛ تاکہ خدائی قانون کے ماننے والوں اور اس پر یقین کرنے والوں پر اسلامی قانون نافذ کیا جا سکے اور اسی لئے قضا کا قیام ''امت محمدیہ'' کا اہم ترین فریضہ ہے، صحابہؓ کا اس پر اجماع ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے ''**لا ن اقضی یو ما احب الیٰ من عبا دۃ سبعین سنۃ**'' ظاہر ہے کہ مظلوم کی فریاد سننا، حقدار کو حق دلانا، بندوں تک ان کے رب کا حکم پہونچانا اور اسے جاری و نافذ کرنے سے بڑھ کر بندگی اور عبادت کیا ہوگی؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **عدل ساعۃ خیر من عبا دۃ سبعین سنۃ.**

دور نبوی کے قضاۃ

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود قضا کے فرائض انجام دیا کرتے تھے، لوگوں کی فریا

دیں سنتے، مظلوموں کو اس کا حق دلواتے، باہمی معاملات کا فیصلہ فرماتے اور یہ سب کچھ اسلامی قانون کی روشنی میں ہوتا، پھر آپ نے منصب قضا پر متعدد صحابہؓ کو مقرر فرمایا، جن میں سے حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عتاب بن اسیدؓ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔حضرت عتابؓ کو مکہ کا قاضی مقرر فرمایا اور حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ حضرت علیؓ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو قاضی بنا کر بھیجا جانے لگا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نو جوان ہوں مجھ کو قضا کا علم و تجربہ نہیں۔ آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی رہنمائی کرے گا اور تمہاری زبان کو لغزش سے بچائے گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں نے ہمیشہ قضا کی خدمت انجام دی اور کبھی بھی مجھ کو فیصلہ میں تردد نہ ہوا۔

دور ابوبکرؓ

حضرت عمرؓ سیدنا ابوبکرؓ کے زمانہ میں قاضی تھے اور اس منصب کے لئے حضرت عمرؓ نے خود کو پیش فرمایا تھا، حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں شعبۂ قضا کو محکمہ نظم سے بالکل علاحدہ کیا، اضلاع میں عدالتیں قائم کیں، قاضی مقرر کئے، قضا کے اصول و آئین پر ایک فرمان لکھا، اپنے عمل سے قاضیوں کے انتخاب و امتحان کا طریقہ بتلایا، شہادت کیلئے بعض نادر اصول مقرر کئے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ منورہ میں، کعب بن سور الازدی بصرہ میں، عبادہ بن الصامتؓ فلسطین میں اور فقہ حنفی کے مورث اول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے بعد قاضی شریح نے کوفہ میں قضا کے فرائض انجام دیے ان بزرگوں کے علاوہ جمیل بن معمر الجمحی، ابومریم الحنفی، سلمان بن ربیعۃ الباہلی، عبدالرحمان بن ربیعۃ، ابومرۃ الکندی، عمران بن الحصین وغیرہ کو اپنے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے قاضی مقرر فرمایا

خلافت راشدہ کے بعد جب اسلامی حکومت اور خلافت کی جگہ مسلم بادشاہت اور عجمی ملوکیت نے لے لی اور خلافت اسلامیہ ''منہاج شریعت'' سے ہٹ کر قبیلوں اور خاندانوں میں

بٹ گئی اور امارت اہل و باصلاحیت لوگوں کی بجائے وارثوں میں جانے لگی، اس وقت بھی اس اہم محکمہ سے غفلت نہیں برتی گئی اور جہاں بھی مسلمانوں کی حکومت رہی مقدمات کے فیصلوں کے لئے اور انسانوں پر قانون الٰہی جاری و نافذ کرنے کی خاطر محکمۂ قضا قائم رہا اور قاضی مقرر کئے جاتے رہے۔

دور بنی امیہ و بنوعباس

بنی امیہ اور بنوعباس کے زمانہ میں بھی ''محکمہ قضا'' پوری ذمہ داری کے ساتھ قائم رہا، امام ابوحنیفہؒ کی ''تربیت افتا و قضا'' اور ''مجلس وضع قوانین'' کے نتیجہ میں بنوعباس کی پوری مشنری پر قضاۃ کا قبضہ ہوگیا جس کی وجہ سے خود نظام حکومت کی اصلاح میں بہت مدد ملی، امام ابویوسفؒ سب سے پہلے قاضی القضاۃ مقرر کئے گئے اور انھوں نے شرق و غرب میں اس شعبہ کو پوری وسعت کے ساتھ پھیلا دیا۔ ''و الیہ تولیۃ القضاء فی الآفاق من الشرق الی الغرب'' (جواھر: ٢/ ٢٢١)

پہلا قاضی القضاۃ

قاضی حفص بن غیاث، قاضی شریک، قاضی عبداللہ بن حسن، قاضی نوح بن وراج تلمیذ امام ابوحنیفہؒ قاضی قاسم بن معن، قاضی القضاۃ امام ابویوسفؒ، قاضی القضاۃ امام محمد بن حسنؒ، قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم، قاضی حسن بن زیاد، قاضی عافیۃ بن یزید الاودی، قاضی علی بن مسہر، قاضی موصل، قاضی القضاۃ ابومحمد بن الاکفانی الحنفی، قاضی القضاۃ احمد بن محمد مازری، قاضی خالد بن صبیح، قاضی احمد بن بدیل اس دور کے مشہور قضاۃ گذرے ہیں پھر آل ابی شوارب اور آل دامغانی کے ذی علم و حق پرست قضاۃ اس عہدہ پر پوری آزادیٔ رائے اور حریت ضمیر کے ساتھ جلوہ گر ہوتے رہے، عباسیوں کے سیکڑوں سالہ تاریخ انہیں قضاۃ کی تاریخ سے وابستہ ہے۔

(تفصیل کیلئے ''امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی'' کے آخری صفحات دیکھئے)

اندلس اور محکمۂ قضا

پھر جب خلافت اسلامیہ کی مرکزیت ختم ہوگئی اور حکومت اسلامیہ کے دو باز و مصر اور اندلس الگ ہو گئے تو ان حکومتوں میں بھی نظام قضا جاری رہا، اندلس کی سلطنت اور بنی امیہ نے اس عہدہ کا بڑا احترام کیا، قاضی القضاۃ کے عہدہ پر ابن عمران اور ان کے بعد قاضی محمد بشیر، قاضی عیسی بن یحیٰ قاضی منذر مقرر کئے گئے اس طرح اندلس کے مشہور قضاۃ میں عمران بن بشیر، بشیر بن قطن، عبداللہ بن موسیٰ، حمید ابن محمد کا نام لیا جاتا ہے۔

سسلی، تیونس، مصر اور محکمۂ قضا

جزیرہ سسلی میں قاضی ابوالحسن علی بن مفرج، قاضی القضاۃ رشید بن احمد قاسم تیونس میں ابوحفص عمر بن خلف، قیروان میں قاضی اسد بن فرات فاتح سسلی وغیرہ گذرے ہیں، اغالبہ کے دور میں مصر کے مشہور قاضی بکار بن قتیبہ اپنی حق گوئی اور انصاف پسندی میں مشہور ہیں، مصر کے مشہور قضاۃ ہیں قاضی القضاۃ ابوطاہر محمد ابن احمد، نعمان بن محمد علی بن نعمان، ابوعبداللہ محمد، سعید الفاروقی وغیرہ ہیں سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں قاضی الفاضل ابوعلی بن عبدالرحیم حلب کے قاضی القضاۃ، بہاء الدین گذرے ہیں، سلطان بیبرس کے مشہور ''عدلیہ'' کے ارکان اربعہ قاضی تاج الدین الشافی، قاضی صدرالدین سلیمان الحنفی، قاضی شرف الدین عمر مالکی، قاضی شمس الدین حنبلی گذرے ہیں۔

خلافت عثمانی

خلافت عثمانیہ نے بھی اس عہدہ کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھا، ان کے یہاں محکمۂ افتا اور قضا کیلئے ایک طرف شیخ الاسلام ہوتا تھا، وہ صرف خلیفہ کے ماتحت ہوتا تھا؛ لیکن خلیفہ کو بھی اس کے فتاویٰ اور احکام کی پابندی کرنی ضروری تھی۔ ایک عہدہ قاضی عسکر کا بھی تھا، جو خاص کر ترکی کے مقبوضہ بلاد یورپ کے عدلیہ کا ذمہ دار ہوتا تھا، قاضی عضدالدین، شیخ الاسلام مولانا علاء

الدین جمالی سلطنت عثمانیہ کے مشہور قضاۃ گذرے ہیں۔

ہندوستان میں محکمۂ قضا

اگرچہ ہندوستان کے مسلم بادشاہوں نے عام طور پر دین اور اسلام کی طرف سے بے توجہی برتی؛ لیکن محکمۂ قضا ایک ایسا ''فریضہ محکمہ'' تھا کہ دین سے غافل سلاطین بھی اس سے غفلت نہ برت سکے؛ چنانچہ ہندوستان کے سیکڑوں سالہ مسلم عہد حکومت کے انتظامیہ میں شعبۂ قضا ایک اہم شعبہ رہا ہے ہر ضلع میں عدالتیں قائم تھیں جو قانون خداوندی کے مطابق معاملات کا فیصلہ کیا کرتی تھیں۔

غزنوی عہد

غزنوی عہد میں ''قضا'' کے باقاعدہ نظام کا ثبوت ملتا ہے، سلطان شہاب الدین کے دور میں قضاۃ خود بادشاہ کی موجودگی میں سماعت مقدمات اور فیصلے فرماتے تھے (تاریخ ملت ۱۰/۱۰۵)

سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں قاضی سعدالدین کردی، قاضی نصیرالدین، قاضی جلال الدین، قاضی کبیرالدین وغیرہ اپنے علم وفضل اور عدل وانصاف میں ممتاز گذرے ہیں۔

رضیہ سلطانہ اور تغلق

رضیہ سلطانہ نے قاضیوں کی ایک کونسل بنائی تمام احکام اس کونسل کے مشورہ کے بعد جاری ہوتے تھے، عہد خلجی کے قضاۃ میں مولانا جلال الدین، مولانا صدرالدین جیسے نامور قضاۃ گذرے ہیں، سلطان محمد تغلق نے بھی اس نظام کو قائم رکھا، اس دور میں قاضی القضاۃ کو ''صدر جہاں'' اور ''صدر اسلام'' بھی کہتے تھے، فیروز شاہ تغلق کے عہد میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی، قاضی عبدالمقتدر، قاضی عابد وغیرہ نے بڑی شہرت حاصل کی۔

مغلیہ عہد حکومت

عہد سلطنت مغلیہ کے نظام عدل کی بنیاد بھی ''محکمۂ قضا'' پر قائم تھی، اس دور کے عدلیہ

کے بارے میں ہاشمی فرید آبادی اپنی تاریخ ہند میں رقمطراز ہیں:

''شہر وقصبات نیز چھاؤنیوں میں سرکاری عدالتیں قائم کی جاتی تھیں جن میں قاضی تحقیقات کرتا اور فیصلہ سناتا تھا۔ (تاریخ ملت ۳/۱۰۲)

بابر کے عہد میں سیف الدین احمد نبیرۂ ملا سعد الدین تفتازانی ''شیخ الاسلام'' کے عہدہ پر اور شیخ امین الدین ''صدر جہاں'' کے عہدہ پر فائز تھے اکبر جو اپنی بے دینی میں ممتاز ہے، اس کے دور میں بھی ہر بڑی جگہ پر قاضی مقرر تھے اور ایک عہدہ میر عدل کا تھا، جس کے ذمہ قاضی کے فیصلوں کا نفاذ تھا (تاریخ ہند ہاشمی سوم وتاریخ ملت یازدہم)

شاہ جہاں کے عہد میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے صاحبزادہ ملا محمد فاضل دہلی آئے، اور شاہجہاں نے ابتداً انہیں قضا ہی کے عہدہ پر مامور کیا۔

حضرت عالمگیرؒ کا کارنامہ

حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کا عہد تو اپنی اسلامیت کے لئے مشہور اور بدنام بھی ہے ان کے دور میں اسلامی نظام میں بڑی باضابطگی آگئی، اسلامی قوانین کے لئے مرتب مجموعہ کی شدید ضرورت تھی عالمگیرؒ نے اس دور کے اساطین علم وفضل کے ذریعہ فتاوی ہندیہ (عالمگیری) مرتب کرائی جو اپنی قانونی ترتیب، جزئیات کے احصا اور دوسری نمایاں خصوصیات کی بنا پر بہترین قانونی انسائیکلو پیڈیا ہے، اس دور میں قاضی عبدالوہاب (م ۱۱۳۰) قاضی صدرالدین ہرگامی، قاضی محمد حسین جونپوری، قاضی شہاب الدین گوپامئوی (م ۱۱۳۰) وغیرہ نامور قضاۃ گزرے ہیں عالمگیرؒ کے بعد اگرچہ مسلم حکومت میں انتشار پیدا ہوگیا اور سلطنت مغلیہ پر زوال کے آثار نمایاں تھے، لیکن پھر بھی قضا کا نظام باقی رہا۔

متاخرین قضاۃ

قاضی شہاب الدین بن محمد حسن ادھمی، قاضی قطب الدین گوپامئوی، قاضی محب اللہ بہاری (صاحب سلم العلوم) قاضی مبارک، قاضی احمد سندیلوی، قاضی محمد اسماعیل قاضی القضاۃ

مدراس، قاضی صدرالدین خاں آزردہ (استاذ حضرت نانوتویؒ وحضرت گنگوہیؒ) اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی، (صاحب مالا بد منہ وتفسیر مظہری) سلطنت مغلیہ کے آخری دور کے قضاۃ میں گذرے ہیں۔ سلطنت مغلیہ کے دور زوال میں جہاں جہاں مرہٹہ حکومتیں قائم ہوئیں وہاں بھی نظام قضا باقی رہا۔

مسلم سلاطین کی رواداری اور مسلم عدالتوں کی آزادی اور لارڈ منڈ برک کی شہادت چونکہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جہاں دو مذہب رکھنے والی ہندو اور مسلمان دو قومیں آباد ہیں اور ہر ایک اپنے مذہب کو خداوندی مذہب، اپنے قانون اور اپنی کتاب کو خدا کی کتاب یقین کرتی ہیں؛ اس لئے ہندوستان میں عدالتی نظام اس طرح کا تھا کہ مسلمانوں کے مقدمات قرآن کے مطابق اور ہندوؤں کے معاملات دھرم شاستر کی رو سے طے ہوتے تھے، یہ عدالتیں اگرچہ شاہی تھیں؛ مگر ان پر بادشاہ کا اثر نہ تھا، ان عدالتوں کی طاقت اور قاضیوں کے اختیارات اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ذاتی امور میں بادشاہ بھی قاضی کے فیصلہ اور مفتی کے فتاوی کے تابع ہوتے تھے، انگلستان کے مشہور مقرر لارڈ منڈ برک نے لندن پارلیامنٹ میں ایک تقریر کرتے ہوئے، اس مضمون کو اس طرح واضح کیا ہے:

''ایشیا کا بڑا حصہ مسلمان حکمرانوں کے تحت ہے، اسلامی حکومت کے معنی ہی قانونی حکومت کے ہیں، ان کا اپنے قانون کی نسبت عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے، اس کے رعایا سے لیکر بادشاہ تک سب کے سب یکساں طریقے پر قانون اور مذہب دونوں کے پابند ہیں، اگر کوئی شخص قرآن کی ایک آیت بھی اس مضمون کی دکھا دے کہ اس کی رو سے کسی کو خود مختارانہ اختیارات حاصل ہیں تو میں تسلیم کرلوں گا کہ میں نے اس کا اور ایشیا کے حالات کا بیکار مطالعہ کیا ہے، قرآن شریف میں ایک لفظ اس کے بارے میں نہیں ہے، برخلاف اس کے قانون کا ہر ہر حرف ظالموں کے خلاف گرج رہا ہے، اس قانون کی شرح کرنے والے علما یا قاضیوں کا طبقہ موجود ہے، جو اس کا محافظ قرار دیا گیا ہے اور جو بادشاہ کی ناراضگی سے محفوظ ہے اور جیسے بادشاہ ہاتھ نہیں لگا سکتا، ان کے بادشاہوں تک کو حقیقی اعلیٰ طاقت حاصل نہیں ہے بلکہ وہاں کی حکومت ایک حد تک جمہوری ہے'' (روشن

مستقبل بحوالہ تقاریر برک ۱۰۴/۱۰۵)

غرض ہندوستان میں بھی مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں محکمۂ قضا ہمیشہ قائم رہا اور دین سے غافل سلاطین نے بھی اس ''فریضۂ محکمہ'' سے غفلت نہیں برتی، آج جو ہندوستان کے مختلف گوشوں میں قاضیوں کے خاندان آباد ہیں، یہ انہیں علما و مشائخ کی اولاد ہیں جنہوں نے مسلمان بادشاہوں کے وقت میں قضا کے اہم فریضہ کو انجام دیا ہے، قضا کا محکمہ اور منصب تو باقی نہ رہا قاضی کا لقب باقی ہے اور عہد سابق کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی

جس وقت حکومت مغلیہ کے فرماں روانے اپنے اختیارات مجبور ہو کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالہ کئے تو شرائط نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کے معاملات کے فیصلہ کیلئے محکمۂ قضا باقی رکھا جائے گا، چنانچہ لارڈ کارنوالس کے زمانہ کے حالات میں لکھا ہے کہ فوجداری مقدمات کی اعلی عدالت جسے ''صدر نظامت عدالت،، کہتے تھے، کلکتہ میں قائم کی گئی اس میں خود گورنر جنرل اور اس کی کونسل کے لوگ رکن ہوتے تھے اور ان کی مدد ایک صدر (قاضی القضاۃ) اور دو مفتی کرتے تھے، یہ وہ زمانہ ہے کہ تمام اختیارات کمپنی کے ہاتھ میں آچکے تھے اور باشندگان ہند کا حکومت میں کوئی حصہ باقی نہ رہا تھا؛ لیکن اضلاع میں ابھی تک اسلامی قانون رائج تھا، اور قاضی کے مشورہ کے بغیر کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں کیا جاتا تھا۔ (تاریخ ہند ہاشمی فرید آبادی ۱۸۸)

برطانیہ کی چال

انگریزوں نے رفتہ رفتہ محکمۂ قضا کو ختم کر دیا اور ''پرسنل لا'' کے نام سے عدالتوں میں اسلامی قانون کے ایک حصہ کو باقی رکھا جس کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس کو نافذ کرنے کے لئے مسلم وغیر مسلم کی کوئی شرط نہیں رہی، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی قانون کا وہ حصہ عدالت کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بن گیا اور عدالتوں نے اسلام کے نام پر ایسے ایسے فیصلے کئے جس کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہوئے شرم آتی ہے انگریزوں کی اس پالیسی کا اثر مسلمان کی صرف معاشرت پر

نہیں؛ بلکہ پوری زندگی پر بہت برا پڑا اور ہندوستان میں محکمۂ قضا کے ختم ہونے سے دین کی اساس ہل گئی اور اس کے برے نتائج سے آج بھی مسلم قوم دوچار ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اس کے بعد مختلف زمانہ میں علما و مشائخ نے محکمۂ قضا کے قیام کی سعی کی؛ کیوں کہ وہ ایک ''فریضۂ محکمہ'' تھا اور اس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم تھی؛ لیکن قدرت نے کامیابی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کے حصہ میں لکھی تھی آپ نے صوبہ بہار واڑیسہ کے لئے امارت شرعیہ قائم کی اور محکمۂ قضا کا وجود عمل میں آیا، قاضی شریعت کا تقرر ہوا اور تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد مسلمانوں کو اس کا موقع نصیب ہوا کہ وہ کم از کم اپنے باہمی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، خلع، فسخ و غیرہ کو باہمی رضامندی سے قاضی کے سامنے پیش کریں اور شرعی فیصلہ حاصل کرسکیں۔

کرنے کا کام

۱۹۲۱ھ سے لیکر آج تک دارالقضا صرف ایک جگہ (پھلواری شریف) میں ہے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی جو دو صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے، اس کی ضروریات کو ایک دارالقضا پورا نہیں کرسکتا، اسی لئے خیال ہوا کہ دونوں صوبوں میں جہاں بھی قضا کے لئے مناسب اشخاص میسر ہوں اور دارالقضا کی شاخ قائم کی جاسکتی ہو، وہاں اس کا نظم کیا جائے، محکمۂ قضا کی توسیع کوئی نئی چیز نہیں، سیدنا عمر بن الخطابؓ نے نظم حکومت کی طرف سے مطمئن ہوتے ہی قضا کا شعبہ بالکل الگ کر دیا اور تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کئے (الفاروق حصہ دوم ۴۸)

خلیفہ ہارون الرشید نے سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا اور اس منصب پر حضرت امام ابو یوسفؒ کو مامور کیا اور آپ ہی کے مشورہ سے صوبہ عراق، شام، خراسان اور مصر و غیرہ میں قاضی مقرر کئے اور اس شعبہ اور محکمہ کو پوری اسلامی مملکت میں پھیلا دیا۔ ''وکان الیہ تو لیۃ القضاء فی الافاق'' (سیاسی زندگی)

اور جیسا کہ پہلے مختصراً بتایا گیا کہ جہاں جہاں بھی مسلم حکومتیں قائم ہوئیں پوری مملکت میں

قضا کا نظم کیا گیا اور قاضی مقرر ہوئے آج ہم صوبہ بہار واڑیسہ میں شعبۂ قضا کو وسعت دینا چاہتے ہیں تاکہ جو مسلمان اپنے باہمی معاملات میں اسلامی فیصلہ کا خواہش مند ہو اس کو دقت پیش نہ آئے۔

ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں، یہ تو ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف دین و مذہب کی ماننے والی قومیں آباد ہیں؛ لیکن سب ہندوستانی ہونے میں مشترک ہیں؛ اس لئے یہاں سیکولر (غیر مذہبی حکومت) قائم ہے ایسے ملک اور ایسے حالات میں اگر ہم قاضیوں کے لئے ان اختیارات وفرائض کی تلاش کریں جو اسلامی حکومت میں ہوتے ہیں، تو ہمیں اس جستجو میں کامیابی نہ ہوگی۔

غیر مذہبی حکومت اور محکمۂ قضا

آج بھی ہندوستان کی عدالتوں میں اسلامی قانون کا کچھ حصہ پرسنل لا مسلمانوں کے حق میں جاری ہے اور اس کی روشنی میں فیصلے کئے جاتے ہیں؛ لیکن اسلامی قانون کا وہ حصہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیدیا گیا ہے، جو اسلامی قوانین کی روح سے واقف نہیں اور اگر کچھ واقفیت بھی رکھتے ہیں، تو اکثر و بیشتر اس پر یقین نہیں رکھتے ہیں؛ بلکہ اس کو غلط اور مہمل سمجھتے ہیں، ظاہر ہے کہ وہ فیصلہ جو قانون کو برسر غلط یقین کرتے ہوئے کیا گیا ہو اگرچہ وہ مطابق قانون ہی کیوں نہ ہو فریقین (مدعی و مدعا علیہ) کی تشفی نہیں کرسکتا، اسلام ایسے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا، جو قلم سے لکھا جارہا ہو؛ لیکن دل اس کو غلط اور باطل سمجھ رہا ہو؛ اس لئے جو مسلمان اپنے باہمی معاملات (خلع، فسخ وغیرہ) میں اسلامی فیصلہ چاہتے ہوں انہیں اس کا موقع ملنا چاہئے کہ وہ اپنی رضامندی سے ایک شخص (قاضی) کے سامنے اپنے معاملہ کو پیش کرسکیں اور وہ اس کے فیصلہ کو یہ سمجھ کر اپنے اوپر نافذ کرسکیں کہ یہ اسلام کا فیصلہ ہے اور ایک ایسے شخص (قاضی) کا فیصلہ ہے جسے شریعت نے فیصلہ کرنے کا حق دیا ہے۔

مسلمان جہاں بھی گئے اور جہاں بھی رہے وہ اسلام کے پابند رہے اور انھوں نے اپنے معاملات اور مقدمات احکام خداوندی کی روشنی ہی میں طے کرائے اور اسے قبول کیا؛ اس لئے ہر

جگہ قضا کا نظم رہا، ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے عہد تک باضابطہ قضا کا نظم قائم تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی قضا کو ختم نہیں کیا، برطانوی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں بھی محکمۂ قضا قائم رہا اور مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی ہی کرتے رہے؛ لیکن رفتہ رفتہ انگریزوں نے محکمۂ قضا کو ختم کردیا اور مسلمانوں کے معاملات کو عدالتوں کے حوالہ کردیا جہاں محمڈن لا کے مطابق فیصلے کئے جاتے تھے، ہندوستان میں آج بھی شریعت اپلیکیشن ایکٹ ۳۷ موجود ہے گرچہ ناواقف اور متعصب ججوں نے اس کی شکل بگاڑ دی ہے، ہمارے قاضی جو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں ساری کارروائی کریں گے، کوئی وجہ نہیں کہ ان کے فیصلے عدالتوں میں جائیں تو قابل قبول نہ ہوں۔ تجربہ شاہد ہے کہ دارالقضا کے فیصلے عدالتوں میں گئے اور توڑے نہیں گئے بلکہ باقی رہے۔

اب تک دارالقضا امارت شرعیہ سے ساڑھے بارہ ہزار مقدمات کا فیصلہ کیا جاچکا ہے، ہر شخص کے لئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ قاضی کے فیصلوں کو (مدعی و مدعا علیہ) نے دلی مسرت کے ساتھ حق تعالیٰ کا حکم سمجھ کر قبول کیا، باوجودیکہ امارت شرعیہ دارالقضا کے پاس کوئی دنیاوی قوت قاہرہ نہیں ہے لیکن ہمارے پاس سب سے بڑی طاقت جو فیصلوں کو قبول کراتی ہے وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور خدا کے احکام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی سچائی پر یقین کامل ہے اور اسے ذریعہ نجات سمجھنا ہے۔

اطیعو ا اللہ واطیعو االرسول واولی الا مر منکم فان تنازعتم فی شیء فر دوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تأویلا .(النساء: ۵۹)

ان ساڑھے بارہ ہزار مقدمات میں صرف تیرہ مقدمات کی اپیل عدالتوں میں کی گئی؛ لیکن الحمدللہ ان مقدمات میں بھی جہاں عدالتوں کے سامنے قاضی شریعت کا فیصلہ سامنے لایا گیا قاضی کے فیصلے بحال رہے۔

مذکورہ بالا معروضات سے اسلام میں قضا کی اہمیت، مسلمانوں کی اس محکمہ کی طرف احتیاج اور اس کی اہمیت پر سلف وخلف کا قولی و عملی اجماع واضح ہوگیا، انھیں حالات میں آج

آپ حضرات کو اس اہم دینی کام میں تعاون اور اشتراک کی تکلیف دی گئی ہے اور مجھے مسرت ہے کہ اس فقیر کی دعوت پر آپ حضرات نے لبیک کہی اور موسم کی ناسازگاری کے باوجود دور دراز سے سفر کی صعوبت برداشت کرتے ہوئے یہاں تشریف لائے، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ہم لوگوں کی نیتوں میں اخلاص اور عمل میں برکت دے اور ہماری اس دینی سعی کو مشکور فرمائے، آمین

منت اللہ رحمانی

امیر شریعت امارت شرعیہ بہار واڑیسہ

﴿**حیات رحمانی**﴾ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کی سوانح حیات، جو اس موضوع پر باضابطہ پہلی کوئی تصنیف ہے، جسے نوجوان صاحب قلم شاہ عمران حسن نے بڑی کاوش کے ساتھ اس کتاب کو تاریخی حوالوں کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ کتاب میں انہوں نے حضرتؒ کی پیدائش سے لے کر انتقال تک کے حالات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت امیر شریعتؒ کو تصویر کے آئینہ میں بھی پیش کیا گیا ہے، جس سے بعض تاریخی موقعوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، کتاب نئی نسل کے لیے مفید اور رہنما تو ہے ہی، تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بھی دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔

﴿**حضرت امیر شریعت نقوش تأثرات**﴾ عزیمت، بصیرت، فراست اور روحانیت کی نادر مثال، حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی اور مثالی خدمات پر ستر مشاہیر علماء، اہل قلم، دانشور، ادیب اور صحافی حضرات کے علمی، تحقیقی اور تأثراتی مقالات ومضامین پر مشتمل ضخیم اور قابل قدر مجموعہ۔

﴿**حضرت امیر شریعت رابعؒ نمبر**﴾ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کی عظیم اور قابل قدر شخصیت کی حیات، خدمات اور کارنامے پر ملک کے مشہور علماء، مفکرین، دانشوران اور اہل علم کے مضامین پر مشتمل گرانقدر مجموعہ

﴿**یاد شیخ**﴾ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کی حیات وخدمات پر منظوم خراج عقیدت، شعراء کے قلم سے۔

﴿**حیات ولی**﴾ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کی علمی اور تحریکی زندگی کا تاریخی مطالعہ ☆ خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشین کی حیات وخدمات پر مشتمل کتاب ☆ یہ کتاب حضرت رحمانی کے سوانحی پہلو کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ ☆ اس میں حضرت رحمانی کا ایک طویل معلوماتی انٹرویو بھی شامل ہے۔ ☆ کتاب کو صاحب قلم شاہ عمران حسن نے بہت محنت سے آسان اور سادہ زبان میں لکھا ہے، جس کے مطالعہ سے ایک عام آدمی کے سامنے حضرت رحمانی کی زندگی کا اجمالی منظر سامنے آجاتا ہے۔

ملنے کا پتہ۔ **دارالاشاعت خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار**

حضرت امیر شریعت سابع۔مشاہدات تأثرات

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی مختلف دینی، ملی، سماجی اور سیاسی خدمات پر ۱۹؍نامور اہل قلم کے مضامین کا مجموعہ، جسے بصیرت آن لائن کے چیف ایڈیٹر مولانا محمد غفران ساجد قاسمی نے مرتب کیا ہے، اور جس کا اجراء آل متھلا انچل مسابقۃ القرآن الکریم کے موقعہ پر عمل میں آیا ہے، حضرت مولانا رحمانی کی حالات زندگی پر شائع ہونے والی کتابوں میں ایک بیش قیمت اضافہ۔

موجودہ حالات میں ملت کے مسائل اور انکا حل

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کے موقعہ پر مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کے دیے گئے صدارتی خطبات کا مجموعہ، جنکے مطالعہ سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح ملک میں مذہب مخالف مزاج بنایا جارہا ہے، اور یہاں کی اقلیتوں، خصوصاً مسلمانون کو کس طرح حاشیہ پر لاکر کھڑا کرنے کی سازش ہورہی ہے، ایسے نازک حالات میں ایک داعی امت ہونے کی حیثیت سے دین پر ہورہے یلغار کو روکنے کے خلاف ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ پڑھئے!

آپکی بڑی ذمہ داری ہے!

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا ایک قیمتی اور فکر انگیز خطاب جو ۶؍اپریل ۲۰۱۷ء کو مدرسہ مدنی دارالعلوم دیبی گنج ، گواپوکھر، اتر دیناجپور میں علمائے کرام ودانشوران کے درمیان ہوا تھا، جو پوری ملت کیلئے عموماً اور علماء کرام کیلئے خصوصاً عظیم تحفہ ہے۔

قربانی کا مقصد اور اس کے مسائل

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کے ذریعہ عیدگاہ مونگیر میں عید قرباں سے متعلق دیئے گئے خطبات کا مجموعہ، جس میں حضرت کی چار تقریریں درج ہیں۔ساتھ میں عید الاضحیٰ کے ضروری مسائل بھی ہیں، خوبصورت سرورق اور بہترین طباعت سے مزین۔

تازہ پیشکش

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی

(علمی وفکری نقوش۔ملی واجتماعی جدوجہد، دینی وروحانی خدمات)

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کے علمی وفکری نقوش، ملی واجتماعی زندگی دینی وروحانی خدمات پر مشتمل علماء ودانشور کے وقیع مضامین ومقالات کا ضخیم مجموعہ جسے حضرت مولانا عمید الزماں صاحب کیرانویؒ نے مرتب فرمایا ہے۔حضرت امیر شریعتؒ پر مرتب کردہ مجموعہ مضامین میں اس مجموعہ کو کئی لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔ (صفحات ۶۲۲، قیمت ۴۰۰؍روپئے)

سوانح امیر شریعت رابع

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کی باکمال شخصیت کی دوسری سوانح عمری جو مولانا ڈاکٹر وقار الدین لطیفی کی قلمی کاوشوں کا نتیجہ ہے، یہ کتاب دراصل پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، جس میں حضرت کے حالات زندگی اور کارناموں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، اور جسمیں نصف صدی کے کئی اتار چڑھاؤ کو محفوظ کردیا گیا، عمدہ کاغذ، بہترین طباعت، پختہ جلد۔ (صفحات ۳۳۶، قیمت ۳۰۰؍روپئے)

ملنے کا پتہ : دارالاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر، بہار